مولانا مشتاق احمد

آزادیٔ فکر ونظر......فوائد ونقصانات

دور حاضر میں یورپ سے آمدہ جس فکری یلغار نے تمام دنیا کو لپیٹ میں لے رکھا ہے اس کا مرکز ومحور آزادی ہے۔ مذہب کے تبدیل کرنے کی آزادی، اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے کی آزادی، جائے قیام کے انتخاب کی آزادی، مذہب کے امتیاز کے بغیر شادی کرنے کی آزادی، فکر ونظر کی آزادی وغیرہ......اقوام متحدہ کے چارٹر کی رو سے ہر شخص کو مذکورہ ہرنوع کی آزادی حاصل ہے۔ اس مضمون میں ہم آزادی فکر ونظر کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہیں۔

اقوام متحدہ کے چارٹر کی رو سے ہر شخص کو حق حاصل ہے جو نظریات چاہے اپنائے، اپنے نظریات کا اظہار جس طرح چاہے کرے، کوئی اسے روک نہیں سکتا۔

فکر ونظر کی لہر جو یورپ میں پیدا ہوئی اس کا خاص پس منظر یہ ہے کہ قرونِ وسطیٰ میں صدیوں تک پاپائیت کا راج تھا۔ بادشاہ بھی پوپ اور اس سے نیچے درجہ بدرجہ عیسائی مذہبی رہنماؤں کے محتاج ہوا کرتے تھے۔ ان کے جاری کردہ احکام سے سرتابی نہ کر سکتے تھے۔ مذہبی رہنماؤں کو کلی اختیارات حاصل تھے۔ وہ گناہوں سے توبہ کا سرٹیفکیٹ تقسیم کیا کرتے تھے۔ ہر گناہ کا الگ ریٹ مقرر تھا۔ بائبل میں لکھے ہوئے نظریات سے انحراف ایک ناقابل معافی گناہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ معروف سائنس دان گلیلیو نے جب اپنی سائنسی تحقیقات کا اعلان کیا تو اسے سزا موت دی گئی اور بھی کئی سائنسدان پاپائیت کی بھینٹ چڑھے۔ زبان بندی اور اظہار رائے پر پابندی کے صدیوں پر مشتمل ظالمانہ نظام کے خلاف ایک تحریک اٹھی جن نے یہ نعرہ لگایا کہ مذہب ہر شخص کا نجی معاملہ ہے۔ ریاست کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ جس تحریک کے نتیجہ میں پادریوں کی اجارہ داری ختم ہوگئی۔ لوگ مذہب سے دور ہوتے چلے گئے۔ نوبت بایں جا رسید کہ آج یورپ میں سینکڑوں گرجے غیر آباد ہیں، بند پڑے ہیں، اتوار کو بھی وہاں کوئی عبادت کرنے نہیں آتا، بلکہ بہت سے گرجے فروخت ہو چکے ہیں اور وہاں مسجدیں بن چکی ہیں۔

آزادی کی اس تحریک کے علمبردار چونکہ غیر مسلم تھے۔ انہوں نے تفریط کا حل افراط کی صورت میں پیش کیا۔ جبر وتشدد کی اس فضا کے خلاف احتجاج نے حدود وقیود کو بالائے طاق رکھ دیا۔ ان کی ہر قسم کی موجوزہ آزادی، ہر قید سے آزاد ہوتی چلی گئی، جس کا نتیجہ یہ نکلا اگر مسلمان ممالک کے حکمران، مسلم عوام کے اصرار اور دباؤ پر کوئی قانون بناتے ہیں تو وہ اسے اقوام متحدہ کے قانون کی خلاف ورزی اور مسلمانوں کو تنگ نظر، دقیانوسی اور بنیاد پرست قرار دیتے ہیں۔

اسلام کے علاوہ کسی اور آسمانی مذہب والوں کے پاس ان کا دین اصل حالت میں نہیں ہے۔ اس کا ان ناقدین

کو بہت ''دکھ'' ہے۔ ہر طرف سے ہر طرح کی فکری وثقافتی یلغار اسلام اور مسلمانوں پر کی جارہی ہے۔ جدت پسندی کی آڑ میں اسلام کو نظر انداز کر کے ہر شئے کو جائز قرار دینے کی روش چل نکلی ہے۔ اور مسلم لیڈروں کی اکثریت شعوری وغیر شعوری طور پر اس طوفان میں بہتی جارہی ہے۔ جو شخص حدود وقیود کا خیال رکھنے کی بات کرتا ہے وہ تنگ نظر اور انتہا پسند قرار پاتا ہے۔ آزادی فکر کی اس لہر نے کئی مفاسد کو جنم دیا ہے۔

(۱) سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی توہین کرنا آسان ہوگیا ہے۔ آزادی اظہار رائے کے نام پر جو چاہتا ہے لکھ ڈالتا ہے مسلمانوں کے جذبات کا کوئی احترام نہیں کرتا۔ اس کے برعکس مسلمان تمام آسمانی مذاہب کے رہنماؤں کا احترام کرتے ہیں اور ان کی شان میں گستاخی کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔

(۲) اسلامی قوانین کا مذاق بکثرت اڑایا جاتا ہے۔ نیک نیتی سے مذاکرہ یا سیمینار منعقد کرنا اور چیز ہے۔ مذاکرہ کے نام پر اسلامی قوانین کا مذاق اڑانا اور توہین کرنا اور چیز ہے۔ اخبارات اور ٹی وی مذاکروں میں ان دونوں کو خلط ملط کیا جارہا ہے۔ مذاکرہ اور افہام وتفہیم کے نام پر جو اٹھتا ہے وہ اسلامی قوانین اور آج کل کے اعتبار سے اسلامی حدود کا مذاق اڑانا شروع کر دیتا ہے۔

(۳) آزادی اظہار رائے کا ایک تاریک پہلو یہ بھی ہے کہ بیشتر ممالک میں کوئی بھی مذہب اختیار کرنے اور مذہب کی تبلیغ کی آزادی تو حاصل ہے لیکن حکمرانوں پر تنقید کی آزادی ناممکن ہے۔ پاکستان کی صورت حال یہ ہے کہ شیخ رشید احمد سمیت کئی وزراء یہ اعتراف کر چکے ہیں کہ موجودہ سیاسی نظام پر اگر ہم نے تنقید کی تو نوکری سے محروم ہو جائیں گے۔ یہ تو اخبارات کے مدیر ہی بتا سکتے ہیں کہ خبریں سنسر شپ کے کتنے مراحل سے گزر کر عوام تک پہنچتی ہیں۔ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہی حوصلہ تھا کہ برسر عام اپنے جاری کردہ احکام پر عوامی تنقید سنا کرتے تھے۔ دور فاروقی کے کئی واقعات زبان زد عام اور تاریخ وسِیَر کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔

(۴) آزادی فکر کی ایک اہم قباحت یہ بھی ہے کہ اس تحریک کے مطابق ہر شخص کو کوئی بھی مذہب اختیار کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کی آزادی حاصل ہے۔ حالانکہ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا کہ ایک مسلمان، ہندو، عیسائی یا یہودی بن جائے۔ اسلام اسے مرتد قرار دیتا ہے۔ اگر تین دن کی مہلت کے باوجود وہ اسلام کی طرف واپس نہیں لوٹتا تو وہ واجب القتل ہے۔ اسی طرح کسی گمراہ شخص کو اسلام یہ حق نہیں دیتا کہ وہ تبلیغ کر کے مسلمانوں کو دین اسلام سے ہٹائے۔ لیکن اقوام متحدہ کے چارٹر کی رو سے ہر شخص کو ہر نوع کی آزادی حاصل ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تمام امت مسلمہ کو اجتماعی طور پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ آزادی کی یہ یورپین تحریک کہاں کہاں اسلام سے متصادم ہے اور اس ٹکراؤ کو دور کس طرح کیا جاسکتا ہے اس کے بغیر تمام مسائل جوں کے توں رہیں گے۔